مقامِ دعوت

مولانا ابوالکلام آزاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر واشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر واشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ جمال
تیسری منزل حسن مارکیٹ
اردو بازار لاہور فون نمبر: 7232731
E-mail: maktaba_?amal@email.com

مولانا ابوالکلام آزاد

مکتبہ جمال
تیسری منزل حسن مارکیٹ
اُردو بازار لاہور فون نمبر: 7232731
E-mail: maktaba_jamal@email.com

نام کتاب	:	مقامِ دعوت
مصنف	:	مولانا ابوالکلام آزاد
ناشر	:	مکتبہ جمال، لاہور
طبع	:	اصغر پریس، لاہور
سن اشاعت	:	2004
قیمت	:	۶۰/- روپے

فہرست مضامین

باب (۳)

حضرت مولانا کے کاروبار کی حقیقت نمائی کاموں کی بنیاد و نوعیت

عرض ناشر

مقام دعوت کی عظمت کے بیان سے پہلے مولانا آزاد لفظ ''تجارت'' اس طرح زیر بحث لائے ہیں جیسے دعوت بھی ایک طرح کی تجارت ہی ہو، پہلے تو وہ بتاتے ہیں کہ تجارت کیا ہوتی ہے۔ وہ تجارت کی ادنیٰ سے ادنیٰ صورت سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ صورت تک کو مثالوں اور حوالوں سے واضح کرتے ہیں اور پریس اور اخبار نویسی کی تجارت کو درمیان میں لا کر اپنی اور اپنے جیسوں کی مشکلات کا ذکر اس دلچسپ پیرائے میں کرتے ہیں کہ دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

تجارت ہو تو ایسی ہو

ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا نے صحافت بھی کی، رسالہ بھی نکالا اور کتابیں چھاپنے کے لیے ایک پریس بھی لگایا۔ یہی کام دوسروں نے بھی کیا اور تاجر کہلائے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مولانا بھی ایسے ہی ایک تاجر ہوں لیکن ان کی تجارت ایسی تجارت نہیں۔ بہر حال ہے تو وہ بھی تجارت کہ اسے خدا

بھی تجارت ہی کہتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ . . .

(۱۰ الصف:۶۱)

یقیناً یہ تجارت ایسی تجارت ہے کہ اس تجارت کے کرنے والے اپنے جیسوں سے اپنے کام کا اجر نہیں مانگتے۔ ''مقامِ دعوت'' کے آغاز میں درج آیت تجارتِ کے اِس قانون کو کھول کھول کر بیان کر رہی ہے۔

مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ.

(۱۰۹ الشعراء ۲۶)

چنانچہ ''مقامِ دعوت'' کا مرکزی نقطہ یہ قرار پایا کہ اگرچہ دعوت بھی بظاہر ایک تجارت ہے لیکن اس کے اُصولوں کی پیروی کرنے والا دنیاوی طور پر ایک ناکام تاجر ہے۔ جسے یہ نکتہ سمجھ میں آ گیا، اس مقالے کے سارے مضامین کا حسن پوری تابانیوں کے ساتھ گویا اس پر منعکس ہو گیا۔ تاہم پھر بھی مولانا کی بات اگر قاری کی سمجھ سے باہر جا پڑے تو اسے ''مقامِ دعوت'' کا تیسرا باب ایک نظر پہلے پڑھ لینا چاہیے۔ کیونکہ مولانا یہاں اپنے آپ کو تاجر دعوت و تبلیغ کے روپ میں پیش کرتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

بلاشبہ میں نے پریس کھولا، یقیناً میں نے ایک رسالہ جاری کیا لیکن یہ صرف اس لیے کیا کہ اظہارِ خیال اور تبلیغی مقصد کا اس سے بہتر

زود عمل طریق اور کوئی نہ تھا اور میرے پاس اتنی دولت نہ تھی کہ میں مفت چھاپ کر تقسیم کرتا۔"

تاریخ صحافت کے اوراق گواہ ہیں کہ یہ اس تجارت کی سعادت اور خوش بختی تھی کہ مولانا اس میدان میں کود پڑے اور اس تجارت کو چار چاند لگا دیئے۔

مانبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فن ما

مولانا کہتے ہیں کہ "یہ ایک اُصولی بنیاد ہے، اب اس کے ماتحت طرز اور طریق کار کی تمام چیزیں آ جاتی ہیں"۔

کوئی کہے تو کہتا پھرے کہ یہ کیسی تجارت ہے کہ تجارت والی کوئی بات اس میں سرے سے ہے ہی نہیں بلکہ ساری باتیں ایسی ہیں جو پہلے ہی قدم پر فن تجارت کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکتی ہیں اور تضاد و تبائن کی ہر ہر شکل اپنے پورے قد سے ان دونوں کے تقابل میں اس طرح موجود نظر آتی ہے کہ ایک کی زندگی دوسری کی موت ہے یعنی جو کچھ ایک کے لیے زندگی بخش ہے وہی دوسری کے لیے پیغام مرگ۔ قرآن میں یہ تقابل سورہ جمعہ اس آیت میں یوں بیان ہوا ہے:

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ

الرّٰزِقِيۡنَ ۝ (۱۱ جمعہ ۶۲)

تاہم دعوت الی اللہ کے لیے بھی قرآن کا طرز کلام گویا پورے کا پورا "تاجرانہ" ہے

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ الۡجَنَّۃَ ۝

(۹ : ۱۱۱)

"بلاشبہ اللہ نے مومنین سے اُن کی جانیں بھی خرید لیں اور اُن کا مال بھی اور اس قیمت پر کہ اُن کے لیے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو۔"

بہر حال اسی دعوت اور تجارت کے بارے میں مولانا آزاد کی سوچ پوری کی پوری قرآن سے مستعار ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

"ہم اس بازار میں سودائے نفع کے لیے نہیں بلکہ تلاش زیان و نقصان میں آتے ہیں ۔ صلہ و تحسین کے نہیں بلکہ نفرت و دشنام کے طلب گار ہیں عیش کے پھول نہیں بلکہ خلش و اضطراب کے کانٹے ڈھونڈتے ہیں۔ دنیا کے زر و سیم کو قربان کرنے کے لیے نہیں بلکہ خود اپنے تئیں قربان کرنے کے لیے آتے ہیں۔ ایسوں کی اعانت کر کے آپ کا کیا جی خوش ہو گا"۔

پھر بھی یہ معلوم نہیں کہ آپ کا یہ عطیہ کس مقصد سے ہے؟ اگر

آپ مجھے خریدنا چاہتے ہیں تو یہ رقم گراں قدر قیمت ہے میں تو
اپنی قیمت کے لیے گھانس کی ایک ٹوکری کو بھی گراں سمجھتا ہوں
۔۔۔ ہاں اگر اس سے میری رائے اور میرا ضمیر خریدنا مقصود ہو تو
بہ ادبِ واجب عرض ہے کہ ان خزف ریزہ ہائے طلائی کی تو
حقیقت ہے کہ کوہ نور اور تخت طاؤس کی دولت بھی جمع کر لیجئے تو
مع آپ کی پوری ریاست کے اس کی قیمت کے آگے ہیچ ہیں۔
یقین کیجیئے کہ اسے تو سوائے شہنشاہ حقیقی کے کوئی اور نہیں خرید سکتا
اور وہ ایک مرتبہ خرید چکا ہے''۔

مکتبہ جمال کا یہ اعزاز ہے کہ وہ مولانا کی دوسری کتابوں کی طرح اس
ولولہ انگیز کتاب کو طباعت سے آراستہ کر رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے مولانا
محترم کا یہ مقالہ آج بھی صداقت پسند طبائع اور انقلاب پسند مزاجوں کو
اور گرمائے گا اور دعوت تبلیغ حق کے مجاہدوں کے لیے مشعل طریق کا کام
دے گا۔

مکتبہ جمال کی یہ کوشش ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے جواہر پاروں
کو عوام تک پہنچایا جائے تاکہ قارئین ان کے علمی مرتبہ اور قلمی وجاہت
سے کماحقہ تعارف حاصل کر سکیں اور مولانا کی تفہیم دین سے مستفید ہوں۔
آخر میں اپنے ان اہل علم وقلم کرم فرماؤں کا شکرگزار ہوں، خاص طور

پر میں محترم احمد جاوید صاحب، محترم پروفیسر افضل حق قرشی صاحب اور اپنے دوست محترم اصغر نیازی صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ ان کی شفقت اور رہنمائی سے یہ انقلابی کتابچہ آپ کے مطالعے کے لیے پیش کرنے کے قابل ہو سکا ہے۔

(میاں مختار احمد کھٹانہ)

باب ا۔

ہندوستانی فن صحافت اور مولانا کا راستہ عجز و انکساری اور کمال استغناء

جو کہنا تھا، وہ باقی ہے:۔

رند ہزار شیوہ را اطاعت حق گران نبود
لیک صنم بہ سجدہ درناصیہ مشترک نخواست

البلاغ جاری [1] ہوگیا۔ مگر ہمیں جو کچھ کہنا تھا، وہ اب تک باقی ہے اور شاید باقی ہی رہے۔

بہ محشری تواں گفت آنچہ در دل ماندہ است
امشب

ہجوم مشاغل:۔

دارالارشاد کے اجراء، رفتار تصنیف و تالیف کی غیر معمولی تیزی،

---

[1] یہ مقالہ سب سے پہلی مرتبہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو شائع ہوا تھا۔ (ناشر)

ترجمہ القرآن اور تفسیر کی تربیت و اشاعت اور بعض دیگر اسباب و موانع کے ہجوم میں اسی کو غنیمت سمجھا گیا کہ کسی نہ کسی طرح پرچہ جاری ہو جائے اور بہرصورت اس کے مقررہ اوراق سادہ نہ رہیں۔

دنیا کی چشم براہی:۔

اللہ کے فضل ذرہ نواز نے بہت سی ایسی نظریں اپنی زمین پر پیدا کر دی ہیں جو اس عاجز کے برے بھلے' ادنی و اعلیٰ' کمتر و بہتر' ہر طرح کی قلمی خدمات کی پذیرائی بخشنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ اور جب تک وہ باقی ہیں مجھے باقی دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔

ازرد و از قبول تو فارغ نشستہ ایم
اے آنکہ خوب مانشناسی ززشت ما!!

بالاتر از نمائش ردو قبول:۔

ردو قبول اور تحسین و تقبیح سے متاثر ہونے کے لئے پہلا مسئلہ مخاطبین کے ذوق صحیح اور نظر سلیم کا ہے لیکن اس بارے میں زمانے کا جو کچھ حال ہے اور صاحبان ردو قبول کے متعلق

جو کچھ اپنا فیصلہ ہو چکا ہے اس کے بعد اس کی گنجائش ہی کب رہی ہے کہ رد و قبول کی نمائشوں سے طبیعت متاثر ہو؟۔ تاثر تو ایک بڑی چیز ہے۔ الحمد للہ کہ احساس تک باقی نہ رہا اور اپنا دائمی ماتم یہ ہے:-

مجلس چو بر شکست تماشا بہ ما رسید
در بزم چوں نماند کسے، جا بہ ما رسید

بہرحال رسالہ تو جاری ہو گیا، مگر اب تک لکھنے کا موقع بالکل نہیں ملا۔ ابتداء کے دو نمبروں کے ابتدائی صفحات عربی کے خطبہ افتتاحیہ نے لے لئے اور وہ نہایت اہم اور ضروری مطالب جن کے لئے فواتح سنین ماضیہ کی طرح اردو کے ایک مبسوط و مستقل فاتحہ البلاغ کا لکھنا ناگزیر ہے اب تک انضباط و تحریر سے محروم ہیں۔ اسی طرح وقت کے بعض مسائل مہمہ ہیں جن کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے جس سے کسی طرح قطع نظر نہیں کیا جا سکتا۔

O

یادِ رفتہ کا ایک لمحہ فکریہ

تذکارِ گذشتہ:۔

لیکن قبل اس کے کہ مستقبل کے آراء و عزائم کی طرف ہم متوجہ ہوں۔ بہتر ہے کہ ایک الوداعی نظر اس ماضی پر بھی ڈال لیں جو گذر چکا ہے لیکن اس کے نقش پا سے اب بھی بہت سی راہنمائیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس کی یادِ رفتہ میں بہت سے تذکار ایسے ہیں جن کو مستقبل بھی اپنے جیب و دامن میں ضرور جگہ دے گا۔

نظر تودیع و آخرین:۔

ممکن ہے کہ مستقبل کے پرکشش ولولوں اور دلچسپ توقعات کے ہجوم میں ماضی مجبور کی یاد بعض دوستوں پر شاق گذرے' جو اپنے وقت خوش کا تمام تر مستحق صرف مستقبل ہی کی حیات امید کو سمجھتے ہیں' تاہم انہیں انصاف کرنا چاہیئے کہ جو جا چکا ہے وہ ہماری مشغولیت کے مطالبہ کے لئے دوبار نہیں آئے گا۔ اگر چند لمحوں کی ایک سرسری نظر تودیع و

آخرین کے لئے وہ مستمند و امیدوار ہے تو اسے ایک جاتے ہوئے رفیق کی وہ آخری نظر سمجھئے' جو گردن موڑ کر آپ کو وداع کا سب سے پچھلا پیام پہنچاتی ہے۔

می دید و اشک حسرت می ریخت ہمچو باراں!

○

عہد التواو انتظار کا درس عبرت:۔

یاد آوری ماضی قریب:۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہمیں ماضی قریب کا وہ حصہ بے اختیار یاد آجاتا ہے جو الہلال کے بند ہونے کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے اور پھر نئے سال کے تمام ابتدائی و وسطی حصے سے گزر کر گزشتہ اگست میں ایک طرح ختم ہو جاتا ہے۔ یہ پورے ایک سال (اور) چند ہفتوں کے التواء و انزدا' انتظار و اضطرار' اعتماد و انکار اور مواعید و اعلان کی ایک دل چسپ اور وسیع مدت تھی!

عالم گیر تغافل انسانی :-

انسان کی ایک عالم گیر غلطی یہ ہے کہ وہ عبرت و بصیرت کے لئے ہمیشہ بڑے بڑے حادثوں اور وسیع الاثر مظاہرہ کا منتظر رہتا ہے ' پر صبح سے لے کر شام تک ہر انسان کی چھوٹی سے چھوٹی اور محدود سے محدود زندگی کے اندر جو صدہا صدائیں عبرت و موعظت کی بلند ہوتی رہتی ہیں۔ ان سے بالکل کان بند کرلیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زلزلے آئیں۔ تو میں چونکوں ' آتش فشاں پہاڑ پھٹیں تو میں آنکھیں کھولوں ' طوفان و امواج زمینوں کو غرق کردیں تو میں دیکھوں اور بڑی بڑی خون ریز لڑائیوں کے شعلے بھڑکیں تو میں سمجھوں ' حالانکہ اگر اس کی دیدہ بصیرت محجوب نہ ہوتی تو وہ دیکھتا کہ فطرت کو اس کی بڑی بڑی خوفناک قہاریاں دکھلانے پر مجبور کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہے اگر وہ سمجھنا چاہے تو جو کچھ اس کے واقعات حیات میں معمولاً ہو رہا ہے۔ اسی کے اندر بہتر سے بہتر سمجھ اور اعلیٰ سے اعلیٰ دانائی کی پکار رکھ دی گئی ہے۔

وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (۱۲: ۱۰۵)

اور خدا کی کتنی ہی نشانیاں آسمان و زمین کے مظاہر و کائنات کے اندر پھیلی ہوئی ہیں جن پر سے غافل انسان گزرتا ہے' مگر اس طرح منہ پھیرے چلا جاتا ہے کہ اس کی حقیقتوں پر ایک سرسری نظر بھی نہیں پڑتی۔

بلاشبہ یہ گزشتہ ایک سال اور چند ہفتوں کی مدت دنیا کا کوئی عظیم الشان واقعہ نہیں ہے اور اگر اسے محدود کرنے پر آئے تو وہ بہت کچھ سمٹ بھی سکتا ہے' جس طرح کوشش کرنے پر بہت کچھ پھیل سکتا ہے تاہم میں سوچتا ہوں تو طرح طرح کی عبرتوں سے اس کی پوری راہ پر ہے اور محض شخصی حیثیت ہی سے نہیں' بلکہ جماعتی اثرات و علائم اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے کتنی ہی غور طلب بصیرتیں اور ایمان پرور عبرتیں اس کے گوشے گوشے میں بکھری ہوئی ہیں:۔

وان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب اوالقی السمع وھو شھید۔ (۵۰۔ ۳۷)

اور یقیناً اس میں اس شخص کے لئے نصیحت (آموزی کا درس عبرت موجود) ہے جس کے پاس دل ہے یا متوجہ ہو کر (اس کی طرف) کان رکھے۔

مسئلہ ضمانت

ضبطی ضمانت کے نظائر و امثال :۔

جب کہ الہلال پریس کی ضمانت ضبط کی گئی اور اس کے لئے دو ہزار کے بعد دس ہزار روپیہ کی منزل کھولی گئی تو اس وقت یہ واقعہ کوئی پہلا واقعہ نہ تھا اور اس کے نظائر و امثال کے متعدد نمونے جس طرح باشندگان ہند کے سامنے تھے میرے سامنے بھی موجود تھے۔

تقلید و اتباع کی راہ:۔

میں قومی جوش و خروش اور ایثار و اتفاق کے وہ مناظر دیکھ چکا تھا جو اس بارے میں گزشتہ تین سال کے اندر متواتر و مسلسل ظاہر ہوئے اور جنہوں نے تقلید و اتباع کی ایک مقبول راہ آئندہ کے لئے کھول دی۔

ضمانت اور اپیل چندہ لازم و ملزوم:۔

یکے بعد دیگرے پریسوں کی ضمانتیں مانگی گئیں اور انہوں نے عام پبلک سے اپیل کی۔ پبلک نے پورے جوش و خروش سے اس پر لبیک کہا اور ایک ایسی مستعدی و سرگرمی کے ساتھ جس کی نظیر ہندوستان کے تمام جماعتی کاموں میں نہیں مل سکتی' دو ہزار سے لے کر پندرہ ہزار تک کی رقمیں چند ہفتوں میں فراہم کردیں۔ ایک شخص کے حساب کے مطابق تقریباً چالیس ہزار روپیہ اب تک ضمانتوں کے لئے مسلمان دے چکے ہیں۔

رفتہ رفتہ یہ حالت اس قدر عام ہوگئی کہ ضمانت کے بعد عام چندے کا ہونا ایک طرح کی لازمی بات سمجھ لی گئی اور ارباب مطابع اور پبلک دونوں نے ایک قدرتی اور لابدی

حقیقت کی طرح اس پر اتفاق کرلیا۔

مدیون اور دائن کا سا معاملہ :-

چنانچہ جب کبھی ضمانت کی صورت پیش آئی تو اس کی اپیل اس طرح کی گئی جیسا کہ ایک طے شدہ اور قدرتی بات کو ہونا چاہیئے اور جب کبھی مانگا گیا تو دینے والوں نے بھی ایسی طرح بلا تامل اور بلا دریغ دیا' جس طرح ایک مدیون کو دائن کا مطالبہ بہرحال پورا کرنا ہے۔

O

جماعتی جذبات کا انقلابی انفجار

سود و زیاں کی مساویانہ تقسیم :-

بلاشبہ جماعتی تغیرات اور انقلابات کے اظہارات کی یہ بھی ایک منزل ہے جو ہمیشہ ایسے مواقع میں پیش آتی ہے اور ایسا ہمیشہ ہوا ہے کہ جماعت نے بعض افراد کو اس غرض کے لئے چن لیا ہے کہ ان کے نفع و ضرر سمجھیں اور جو کچھ ان پر وارد ہوا اسے اپنے ایک ایک فرد پر مساویانہ تقسیم کرلیں۔

یہی چیز جب بڑھتی ہے تو اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک وجود و شخص کا مسئلہ کروڑوں افراد کا مسئلہ بن جاتا ہے اور زمین پر ایسے ایسے انسان چلنے پھرنے لگتے ہیں جن کی تکلیف ایک کروڑ انسانوں کی تکلیف اور جن کی راحت ایک کروڑ انسانوں کی راحت ہو جاتی ہے۔

برخلاف عقل و استدلال:۔

مجھے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں کہ ابھی خاک ہند میں ایسے افراد صالح پیدا ہوئے یا نہیں۔ اور جن لوگوں نے جماعتی ہیجان و انفجار کو مسئلہ ضمانت کی طرف متوجہ کیا انہوں نے ٹھیک اور بروقت کیا یا نہیں؟۔ نیز اس سے بھی مجھے کوئی تعلق نہیں کہ اصولاً جو کچھ ہوا وہ کیسا ہوا؟۔ بلکہ مقصود صرف ایک طرح کا سادہ بیان واقعہ ہے کہ اس طرح کا واقعہ ملک میں ہوا اور اب بھی ہو رہا ہے اور قسم کے اعتبار سے یہ چیز بھی دراصل اسی جماعتی ہیجان جذبات کا نتیجہ ہے جس کو آج کل کے علماء فلسفہ اجتماعیہ "جماعت کے امیال و جذبات کا انقلابی انفجار" کہتے ہیں اور جو ہر قوم و ملک کو اپنی تغیرات و اعمال اجتماعیہ کی منزلوں میں کم و بیش ضرور پیش آتا ہے یہ

ایک ایسی راہ ہے جو نہ تو عقل و استدلال سے تعلق رکھتی ہے اور نہ عقلی ترتیب اس کے لئے موثر ہے مگر پیش ضرور آتی ہے۔ اور شاید بہتر اور صحیح وقت کا تعلق مستقل سے ہو۔

وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا۔ (۱۹/۷۱)

اور تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس منزل سے گزرنے والا نہ ہو' ایسا کرنا تمہارے پروردگار نے ضروری ٹھہرا لیا ہے یہ ایک طے شدہ فیصلہ ہے۔

اخبار نویسی کی حقیقی راہ:۔

حضرت مولانا کی اصولی علیحدگی:۔

بایں ہمہ اس عاجز نے ابتدا سے اپنے کاموں کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی تھی وہ ایک لمحہ کے لے بھی اس حالت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے تھے۔

سب سے بڑا اصولی اختلاف جو اساس و بنیاد ہی میں آکر پڑ گیا تھا وہ کاموں کے طرز عمل اور قسم و نوع کا سوال تھا۔

اخبار نویسی کی ۲ دوکاندارانہ راہیں:۔

بلاشبہ اگر تم نے اخبار نکالا ہے اور پریس قائم کیا ہے تو چاہیے کہ سب کچھ اسی طرح کرو جس طرح اس راہ میں کیا جاتا ہے اور جس طرح کرنا چاہیے۔ پھر تمہاری ہمت کے آگے ہندوستان کے اخبار نویس طبقہ کے قرار دادہ اصول عمل کی راہ بھی ہے اور ترقی یافتہ ممالک کی حقیقی اخبار نویسی بھی۔ تم اپنے اندر اس اخلاقی و تجارتی کیریکٹر کو بھی پیدا کرسکتے ہو جو اب تک ہندوستانی پریس نے پیش کیا ہے اور اس تجارتی اولوالعزمی اور اقتصادی بلند ہمتی کے لئے بھی اپنے تئیں تیار کرسکتے ہو جو ترقی یافتہ ممالک کے پریسوں میں پائی جاتی ہے۔

غیر شریفانہ اخبار نویسی:۔

تم چاہو تو ہندوستانی اخبار نویسی کی اس دوکاندارانہ زندگی کو سیکھ سکتے ہو جو دوکانداری کی قسم میں بھی سب سے ادنی درجہ کی دوکانداری ہے اور جس کے لئے ضرور ہے کہ

تم ایک ایک پیسہ کے لئے رووٗ' ایک ایک دھیلے کے لئے ماتم کرو' ایک ایک کوڑی کے لئے اپنے دماغ و قلم کی بہتر سے بہتر قوت کو یکسر وقف کردو' شخصی محاسن و فضائل کا معیار صرف اپنے اخبار کی خریداری کو قرار دو' جو خریدے اس کو فرشتہ سمجھو' جو بدبخت نہ خریدے اسے شیطان بتلاؤ' بلاطلب ہر خوش پوش کے نام اخباری جاری کردو اور سال کے آخر میں وی آئی پی بھی بھیج دو اگر اس نے وی آئی پی واپس کردیا تو ٹکٹ کے ان پیسوں کو بھی اس کے حساب میں داخل کردو جو واپسی کی وجہ سے ضائع ہوئے اور پھر جن جن وسائل کو عمل میں لاسکو۔ اس شریفانہ بل کی وصولی کے لئے اختیار کرو' حتیٰ کہ وہ بدبخت اپنی زندگی سے عاجز آجائے اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لے کہ براعظم ہند میں رہنے والے کی ضروری شرائط میں ایک بڑی شرط کسی اخبار نویس کے وی پی کو واپس نہ کرنا بھی ہے۔

غرض کہ وہ مسکوک و منقوش وجود اعظم و اکرم جس کا ایمان شکن نام پیسہ ہے بہرحال حاصل کرنا چاہیے۔ اور بہ حیثیت ایک قومی اخبار نویس ہونے کے اس کے حاصل کرنے کی ہر ممکن شکل تمہارے لئے جائز و حلال ہے۔

شریفانہ اخبار نویسی:۔

اگر اس تقلید زار ہند میں نئے ارادوں اور مجتہدانہ عزائم کا وجود ناممکن نہیں ہے تو اسی طرح دوسری راہ بھی تجارت اور دوکانداری کی مگر شریفانہ اور اولو العزمانہ تجارت کی' تمہارے آگے باز ہے اور تم یورپ کے اخبار کے اخبار نویس طبقہ اور فن صحافت (جرنلزم) کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھ سکتے ہو۔ اس طرح تمہارے لئے ایک عمدہ تجارتی کام مہیا ہو سکتا ہے جو قوم و ملک کے لئے مفید و ضروری ہے اور تم ایک تاجر کی طرح خود بھی نفع اٹھا کر بہتر و احسن متاع اخوان ملت کو دے سکتے ہو۔

ارشادات گرامی اور مشعل راہ:۔

مگر اس کے لئے ضروری ہو گا کہ پہلے ہندوستانی فن صحافت کے اثرات و نائت اور جراثیم سفاہت سے اپنے تئیں یک قلم صاف و پاک کرلو۔ اپنے اندر بلند فطری مگر ایک تاجر کی طرح اقتصادی بلند نظری پیدا کرو اور وسیع سرمائے اور تجارت کے عزائم صابرہ و منجملہ کے ساتھ سفر شروع کرو۔

اس میدان میں تمہاری مثال ایک عقلمند و تجربہ کار کاشت کار کی سی ہوگی جو قیمتی سے قیمتی بیج بھی نہایت فیاضی کے ساتھ زمین پر پھینک دیتا ہے اور ذرا بھی ہاتھ نہی روکتا۔ تاہم یہ اس کی بے دریغ بخشش اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ اپنا سرمایہ زمین کو بخش دیتا ہے بلکہ اس لئے کہ آج ایک خشک دانہ دے کر کل کو اس کے معاوضے میں ایک ہزار تر و تازہ خوشے لینا چاہتا ہے۔

O

دعوت و تبلیغ کی راہ

اخبار نویسی کی تیسری راہ:۔

لیکن دعوت و تبلیغ کی راہ نہ صرف اخبار نویسی کی راہ سے (کیونکہ یہ تو شاخ ہے) بلکہ نفس تجارت اور اقتصاد سود و زیاں کی راہ سے مختلف ہے اور اس عالم کے جس طرح موثرات دوسرے ہیں اسی طرح احکام بھی دوسرے ہیں۔

مرد ایں راہ رانشانے دیگر است !

تجارت و دعوت کے بنیادی اصول:۔

تجارت کی پہلی بنیاد مسئلہ عوض و بدل ہے یعنی جو کچھ دیا جائے اس سے بہتر اس کے معاوضے میں لیا جائے اور دینا صرف اس لئے چاہیئے تاکہ اس کے معاوضے میں لیا بھی جائے لیکن یہی وہ اولین مقام ہے جہاں آکر دعوت اور تجارت میں محض اختلاف مسلک ہی نہیں بلکہ تبائن و تضاد کلی پیدا ہو جاتا ہے اور دونوں حقیقتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ راہ دعوت کی پہلی بنیاد وہ چیز ہے جو بالکل اس کا عکس و تضاد ہے جو تجارت کے مذہب کا پہلا رکن تھا۔ تجارت نے اپنا مذہب عوض و بدل کے عقیدے پر قائم کیا ہے اور دعوت کے مذہب کا پہلا عقیدہ ایثار اور قربانی ہے۔ پھر کہاں عوض کی تلاش اور کہاں قربانی کی پکار؟۔ کہاں اس لئے دینا کہ جو کچھ ہے لٹانے کے لئے ہے اور کہاں اس لئے خرچ کرنا کہ اگر مخارج نہ ہوں تو مداخل بھی پیدا نہیں ہو سکتے؟۔ کجا دست طلب کی جستجو اور کجا دست معطی و مشتری کے لیے بے قراری؟۔

فاین الثریا و این الثری؟
و این معاویہ من علی ؟

کہاں نقد و متاع کی اس لئے فراہمی تاکہ خریدار پیدا ہو اور کہاں اس لئے گرد آوری تاکہ کوئی غارت گر ملے؟

متاعے جمع کن شاید کہ غارت گر شود پیدا

تاجر کی بقاء حیات:۔

ایک تاجر اپنی زندگی اور زندگی کی قوتوں کا مصرف یہی سمجھتا ہے کہ کسی طرح اس کے شخص خاص کو نفع پہنچے اور اگر اس کا عمل و وجود دوسروں کے لئے سودمند بھی ہوتا ہے تو کسی رحم و احسان کی بناء پر نہیں بلکہ اسی جذبہ نفع تجارت کی بناء پر۔ وہ ہمیشہ ایسے وقتوں کا متلاشی رہتا ہے جو اس کے نفع تجارت کے لئے بہتر ہوں وہ ایسے موسموں کا انتظار کرتا ہے جن کے ساتھ اس کے نفع ذاتی کا کوئی پیام ہو۔ وہ ایسے مواقع و حوادث کو ڈھونڈھتا رہتا ہے جن کا اثر تمام نوع انسانی اور پورے کرہ ارضی کے لئے خواہ کتنا ہی مہلک و برباد کن ہو مگر اس کی متاع تجارت اور اس کے وجود تجارتی کے

لئے مفید ثابت ہو۔

خصائص و اعمال داعی:۔

لیکن ایک داعی کے عقائد و اعمال اس کے بالکل ضد ہوتے ہیں۔ اس کے اندر خواہ کتنی ہی خود غرضیاں چھپی ہوئی ہوں' نمائش و شہرت کے لئے کیسے ہی جذبات تو یہ مخفی ہوں' وہ کتنا ہی سخت خود پرست اور کیسا ہی شدید نفس خواہ ہو۔ لیکن اگر دعوت و تبلیغ کے اوقات کا ایک لمحہ بھی اس پر گذرا ہے تو وہ اپنے کام اور زندگی کے بقاء کے لئے مجبور ہے کہ نفع تجارتی کی پرستش گاہ سے یک قلم باہر آجائے اور اس کا نفس خواہ کتنا ہی ذات پرست ہو' مگر اپنے اعمال کو بالکل اس سے متضاد و متبائن کردے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو بہ حیثیت داعی کے اس کا وجود باقی نہ رہے گا۔ وہ انے وجود عمل کی بقاء کے لئے مجبور ہے کہ مشرب تجارت کی یکسر تکفیر (انکار شدید) کردے۔

نفع خاص و عام کا امتیاز:۔

تاجر کی تمام قوتوں کا مصرف نفع خاص تھا۔ وہ جس قدر

زیادہ اس سبق کو یاد کرے گا اتنا ہی زیادہ اچھا تاجر ہو گا۔ مگر داعی کی تمام قوتوں کا مصرف نفع عام ہے' یعنی دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور جس قدر سچائی جس قدر خلوص' جس درجہ اذعان و یقین کے ساتھ اس درس ایثار کو حاصل کرے گا' اتنا ہی زیادہ سچا داعی ہو گا۔

تاجر اور داعی میں تفریق:۔

تاجر اپنے بنیادی عقیدے کی بناء پر صرف انہی چیزوں کا طالب رہتا ہے اور صرف انہیں وقتوں' موسموں' مواقع اور مقامات کو ڈھونڈھتا ہے جو اگرچہ دوسروں کے لئے ضرر رساں ہوں' مگر اس کی تجارت کے لئے سودمند ہوں۔ ٹھیک ٹھیک اسی طرح ضرور ہے کہ داعی صرف انہی چیزوں کا طالب ہو اور صرف انہیں وقتوں' موسموں' مواقع اور مقامات و حالات سے عشق کرے جو خواہ خود اس کی ذات اور اس کی ذات کے حوالی و اطراف کے لئے کتنا ہی دکھ اور موت رکھتے ہوں لیکن دوسروں کے لئے ان میں راحت' سکھ اور زندگی ہو۔

من و دل گر فنا شدیم، چہ باک؟
غرض اندر میاں سلامت اوست

عشق و رشتہ عشق

داستان عشق میں نکتہ رسی:۔

پھر آؤ، ایک دوسرے عالم کی طرف جانکلیں اور وہاں سے ہو کر اس صحبت تک عود کریں۔ بات بظاہر بے تعلق ہے، لیکن اس وقت بے اختیار دل اسی کی طرف کھینچ گیا ہے اور چند کلمے کہے بغیر طاقت عبور نہیں۔

عشق بلحاظ عشق اور خواص و نتائج عشق کے ایک ہی ہے اور اس میں کسی نوعی امتیاز کا متعین کرنا ممکن نہیں۔ ہر عاشق، عاشق ہوتا ہے اس لئے ہر عاشق خود رفتہ ہو گا۔ دل بکف ہو گا ۔ جان دادہ راہ الفت ہو گا اور حیران جادہ ہجراں و وصال۔

اس لحاظ سے قیس عامری کی نجد پرستی، فرہاد کی کوہ کنی اور نل کی شوریدگی، سب یکساں ہیں۔ وہ جو اپنے گم گشتہ عزیزوں کے لئے روتا ہے وہ جو کسی بستر مرگ کا ماتم زدہ ہے

وہ جو کسی کی یادِ رفتہ کی کھٹک رکھتا ہے اور پھر وہ جو کشتہ تغافل ہے اور وہ جو ہلاک تبسم ہے سب ایک ہی طرح کے عشق پیشہ اور ایک ہی راہ کا جادہ پیما ہیں' اگرچہ مختلف ناموں سے مسمی ہیں۔

وللناس فیما یعشقون مذاھب

قسمِ عشق کی پہچان:۔

پس ایسی حالت میں تمیز عشق کے لئے عشق کرنے والوں کو دیکھنا بے سود ہو گا۔ چاہئے کہ عاشق کے قسم عشق کی پہچان کے لئے سب سے پہلے اس کے معشوق کو دیکھا جائے کہ وہ کون ہے؟ یہی رشتہ اصلی سررشتہ تقسیم ہے اور اسی نسبت سے عشق کی مختلف راہیں متعین ہو جاتی ہیں۔

دو چشم ساکن بیت الحزن ہمن گوید
کہ من اسیر بہ معشوق او بفرزند است

عشق کی ساری منزلیں اسی نسبت سے متحقق ہوتی ہیں۔ عاشق کے وجود کی بنیاد معشوق کا انتخاب ہے اس کے تمام جذبات و امیال مذہب و مشرب' اعمال و عقائد' اوضاع و

رسوم ' نظر و فکر ' سب کچھ معلوم ہو جائے گا اگر یہ معلوم ہو جائے گا اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے اپنے عوض دل و جان کے لئے کس کو انتخاب کیا ہے ؟ اپنی نظر شیفتگی و شوریدگی کے لئے کس کی چشم و آبرو پر نظر پڑی ہے ؟۔ اپنی جبہ سائی شوق کی عقیدت نیاز کا کس کی چوکھٹ کو مستحق سمجھتا ہے اور اپنی اطاعت و عبودیت محبت کے لئے کس قہرمان حُسن و جمال کے حکم عشق اور فرمان نیاز کے آگے سربسجود ہوا ہے ؟۔

تاجر و داعی کا محبوب ترین عشق :۔

اسی راہ پر چل کر دعوت اور تجارت کے باہم تضاد و تبائن مسلک کا بھی پتہ لگاؤ اور اندازہ کرو کہ دونوں راہیں ایک دوسرے سے کس قدر ابعد ہیں ' اگرچہ نفس عمل ' صرف قوی ' انفاق حیات کے اعتبار سے دونوں میں پوری پوری یکسانیت بھی پائی جاتی ہے ؟۔ تاجر اور داعی کو نہ دیکھو ' بلکہ یہ دیکھو کہ ایک تاجر کی حیات عشق کا معشوق کون ہونا چاہیئے اور ایک داعی کی حیات محبت کی محبوبیت کس میں ہوتی ہے ؟۔ تاجر کو تم دیکھو کہ وہ تاجر نہیں ہے اگر نفع خاص اور حصول زر اس کا معشوق و مطلوب نہ ہو ' برخلاف اس کے داعی وہی

ہو گا جس کا محبوب نفع عام اور اس لئے حصول زر نہیں ' بلکہ طلب بے زری ہو۔ تاجر اگر پانے کو اپنا معشوق نہ بنائے تو اپنی ہستی کھودے اور داعی اگر کھونے کے عشق سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل ہو تو اس پر لذت دعوت حرام ہے۔

کسے کو تشنہ وصل است' باکوثر نہ می سازد
بہ آب خضر اگر عاشق رسد' لب ترنمی سازد
الفت خطرناک است' پہنائش نظر درکن !
دراں وادی کہ عشق اوست' تن باسر نمی سازد

باب ۲

تجارت اور دعوت کا تضاد و تبائن

مشربِ تجارت اور مذہبِ دعوت

مولانا کا نکتہ نگاہ :۔

میں نے اگر تاجر کے مقابلے میں ایک داعی کی زندگی کا امتیاز نفع عام اور اخلاص عمل کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ تجارت ' لینا اور حاصل کرنا چاہتی ہے پر راہ دعوت کی اولین شرط ' دینا اور کھونا ہے تو تم انکار کرنے میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ جن نظریات مخالف کی بناء پر تم ایسا کرنا چاہو ان سے میں بے خبر نہ ہوں۔

چو بشنوی سخن اہل دل ' مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست

انسانی اعمال کا اصلی محور و محرک :۔

دراصل یہ سوال اس مشہور اور مشکل مسئلہ کے حدود

میں داخل ہو جاتا ہے جس کا تعلق عمل انسانی کی خود غرضی اور طبعی خواہش کے حصول نفع سے ہے اور جو فلسفہ کے دائرہ میں آکر یہ سوال بن جاتا ہے کہ انسان کے تمام جذبات و امیال اور اعمال و اقدام کا محور و محرک اصلی کیا ہے؟ اور اس کا کوئی جذبہ و عمل خود غرضی یعنی جلب نفع ذات سے خالی ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔

قدیم و جدید حکماء کا خیال:۔

قدیم حکماء نے بھی اس مسئلہ پر نظر ڈالی ہے اور حکمائے جدید نے بھی حکمائے اسلام میں سے جن حکماء نے اخلاق و فلسفہ اخلاق کو اپنا موضوع قرار دیا ہے ان کے مباحث و آراء کا بھی ایک ذخیرہ وافر موجود ہے۔ علامہ ابن مسکویہ' امام غزالی اور امام راغب اصفہانی نے اپنی تصنیفات میں ضمناً جابجا بحثیں کی ہیں۔ نئے دور کے حکماء میں مل نے اس پر خاص توجہ کی اور ایک خاص مقالہ فلسفہ خود غرضی پر لکھا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان بالطبع خود غرض ہے۔ اس کے تمام جذبات اسی کے تابع ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے نفع ذات کے لئے کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ماں باپ کی محبت بھی خود

غرضی سے خالی نہیں۔ البتہ کوئی خود غرضی بہت واضح ہوتی ہے کوئی بہت مخفی، کوئی بالکل سامنے کا قریبی نفع ہوتا ہے جس کو فوراً سمجھ لیا جاسکتا ہے، کوئی اس قدر دور ہوتا ہے کہ متعین و معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے اور س لئے ایک ناواقف کہہ اٹھتا ہے کہ اس عمل میں کسی طرح کی ذاتی غرض پوشیدہ نہیں، یہ یکسرا خلاص ہے۔

لیکن میں یہاں اس بحث کو نہیں چھیڑنا چاہتا، قرآن حکیم میں اس سوال کے جواب کے لئے روشنی موجود ہے اور تفسیر البیان میں یہ بہ تفصیل یہ بحث آچکی ہے۔ جو لوگ اخلاص عمل کے منکر ہیں۔ انہوں نے خلوص کی ایک خاص تعریف کی ہے اور ان کا انکار دراصل اسی خلوص سے ہے لیکن یہ انکار ہماری موجودہ صحبت کے لئے کچھ مضر نہیں۔

مقصود از اخلاص عمل اور طلب نفع عام:۔

راہ دعوت کے خلوص اور طلب نفع عام سے مقصود یہ نہیں ہے کہ داعی کی کوئی ایسی غرض اپنے عمل سے وابستہ نہیں ہوتی جو خود اس کے لئے بھی مفید ہو، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ وہ تاجر کی طرح عوض و بدل مالی کا طالب نہیں ہوتا

اور حصول زر اور طلب مال کو اپنا مقصد قرار نہیں دے سکتا۔ اس کے کاموں کا مقصد نفع جماعت ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ مقصد لینے اور حاصل کرنے کی راہ نہیں کھول سکتا۔ بلکہ یکسر اس کے برعکس اور بالضد حکم رکھتا ہے۔ یہاں لٹنا اور لٹانا پڑے گا اور قدم قدم پر اپنی ذات ' اپنے جسم اپنے جذبات و امیال ' اپنی آزادی اپنی راحت اپنی صحت اپنا ہر طرح کا عیش و عشرت بلکہ اکثر حالتوں میں اپنی زندگی اور اپنی زندگی اور اپنی جان تک دے دینی پڑے گی۔ پس وہ جس لمحہ کے اندر اس امر کا فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے راہ دعوت اختیار کرنی چاہیئے اسی لمحہ کے اندر اس کا بھی فیصلہ کر لینا پڑتا ہے کہ تجارت کی کائنات عوض و بدل سے ہمیشہ کے لئے باہر آجانا چاہیئے۔ وہ دیکھتا ہے کہ تجارت کی دوکان اور دعوت کی قربان گاہ ' دونوں ایک جگہ نہیں بنائی جاسکتیں۔ یہ دو سوکنیں ہیں جو ایک شوہر کے گھر کبھی جمع نہیں ہوئیں۔ ضرتان ' ان رضیت احداھما ' سخطت الاخری

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی!
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

حقیقت اخلاص اور خودغرضی

نفع ذات کی خواہش:۔

اگر تم کہتے ہو کہ انسان کا کوئی فعل نفع ذات کی خواہش سے خالی نہیں ہو سکتا تو یہ کون کہتا ہے کہ داعی اپنے سامنے نفع ذات کی کوئی خواہش نہیں رکھتا؟۔ یقیناً اپنی ذات کا نفع اس کے بھی مد نظر رہتا ہے لیکن وہ نہیں جو تاجر کے سامنے رہتا ہے ۔ یقیناً نفع ذات کا ایک محبوب وہ بھی رکھتا ہے لیکن وہ نہیں جو تاجر کا معشوق ہے۔ یقینیا معاوضے اور بدلے کا ایک خیال وہ بھی دیکھتا ہے' لیکن وہ نہیں جس کی طلب میں تاجر بے قرار ہوتا ہے۔

داعی کی اولین غرض:۔

داعی کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑھ کر اپنی ذات کے نفع و سود کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جس یقین کی قوت

سے تجارت کی پوری زندگی یکسر محروم ہے' اس یقین کامل کے ساتھ وہ سمجھتا ہے کہ ایک سب سے بڑی اور سب سے بالا تر ذات ہے جس کی خوشی اور مرضی اسی کام میں ہے جو میں کررہا ہوں اور جس کا پیار اور عشق مجھ کو میرے نفس کو' میرے وجود معین کو میرے نفس خاص کو' اسی وقت مل سکتا ہے جب کہ اس راہ فنا فرمائے دعوت میں مضطربانہ و والہانہ دوڑوں' پھولوں کی سیج سے اٹھوں اور کانٹوں کے اوپر لوٹوں لعل و جواہر کو پھینکوں اور آگ کے انگاروں سے کھیلوں۔ خود اپنے ہاتھ سے اپنی آسائش و راحت کے گھر کو جلادوں' خود اپنے ہاتھوں اپنے مال و متاع کو غارت گروں کے حوالے کردوں لینے سے بھاگوں اور کھونے سے عشق کروں۔ دست معطی سے دشمنی کروں اور دست سائل کے لئے پکاروں' اپنے آپ کو مٹادوں۔ اپنے آپ کو کھودوں۔ اپنی آنکھوں کو ہمیشہ خونبار رکھوں' اپنے جسمکو ہمیشہ زخموں سے چور دیکھوں اپنے ایک ایک زخم سے خون کی ندیاں بہادوں پھر اس پر بھی بس نہ کروں اور اگر اس محبوب حقیقی اس شاہد یکتا کی ایک چشم مہر' ایک نگاہ عشق پرور' ایک تبسم جاں نواز' ایک اداء قبولیت بھی مل سکے تو سولی کے تختے کا طواف کروں' جلاد کے

ہاتھوں کو بوسہ دوں آب شمشیر کو آب زلال حیات سمجھوں۔

مرتا ہوں اس آواز پہ، ہر چند سر اڑ جائے
قاتل سے وہ لیکن یہ کہے جائے کہ "ہاں اور"

بار بار قتل کے ذریعہ بار بار طلب زندگی:۔

یہی وہ مقام ہے جس کی طرف صحیح بخاری کی یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔

والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیاء، ثم اقتل ثم احیاء ثم اقتل ثم احاء ثم اقتل

اور اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ ہوں اور قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں اور قتل کیا جاؤں۔

اس کی راہ میں مجروح اور مقتول ہونا اور تڑپنا وہ لذت رکھتا ہے کہ بار بار مقتول ہونے کے لئے بار بار کی زندگی کا

طالب ہوں!

اے کاش' بدے بجائے یکجاں صد جاں
تامی کشی و بار دگری خیزم!

تاجر اور داعی کی خود غرضی میں فرق:۔

تم کہتے ہو کہ اگر تاجر اپنی ذات کا نفع ڈھونڈھتا ہے تو وہ بھی نفع ذات اور خود غرضی سے خالی نہیں ہو سکتا۔ جس نام داعی رکھا گیا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے مگر پہلے اسے سمجھ لو کہ داعی کی خود غرضی اور نفع ذاتی طلب کیا ہے؟۔ تاجر اگر کسی ایک جنس کو زیادہ اچھی قیمت پا کر بیچتا ہے تو خوش ہوتا ہے کہ آج مجھے میرا مطلوب مل گیا' کیونکہ اس کی خود غرضی کی ہوس طلب مال و زر میں پوشیدہ تھی اسی طرح داعی اپنے کاروبار دعوت میں جس دن اپنے سرمایہ مال و نفس کو زیادہ لٹنے ' زیادہ کھونے ' زیادہ قربان ہونے کے معاوضے میں فروخت کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے کہ آج میں نے اپنے محبوب و مطلوب کو اپنے سے زیادہ راضی کیا اور آج اس روٹھے ہوئے کو بہت زیادہ منا لیا جو بغیر کھونے اور مٹنے کے مجھ سے من ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ داعی کی خود غرضی اور خود پرستی کی ہوس طلب

رضائے الٰہی میں پوشیدہ تھی وہ بھی تاجر کی طرح غرض ضرور رکھتا تھا مگر اس کو کیا کیجئے کہ غرض کی نوعیت ہی بدل گئی ا تاجر کے حصے میں وہ غرض آئی جو پانے سے پرورش پاتی ہے اور داعی نے اس غرض کو پایا جسے کھونے سے نشوونما ملتی ہے۔

من و بیدل حریف سعی بے جا نیستم واعظ
تو وقطع منازل ہا ' من و یک لغزش پائے

ہردو کی اغراض کی نوعیت:۔

تاجر جس دن کھوتا ہے سر پیٹتا ہے کہ تباہ ہوگیا۔ داعی جس دن نہیں کھوتا ہے ماتم کرتا ہے کہ آج اس نے اپنے محبوب کی رضاء کے لئے کچھ نہ پایا۔ وہاں اگر ایک پیسہ کا بھی نقصان ہوتا ہے تو دل میں ٹیس اٹھتی ہے کہ سرمایہ زندگی گھٹ گیا۔ یہاں اگر اشرفیوں کے ختم ہوجانے پر بھی افسوس ہوتا ہے تو صرف اس لئے کہ کاش اور ہوتا تو اور زیادہ لٹاتے۔

مسارت مشرقہ و صحیح مغرب
شتان بین مشرق و مغرب

دکھ اور درد میں روح عیش و نشاط:۔

یہاں کا عالم دوسرا ہے اور مل کے فلسفہ ہی پر کائنات انسانی کے احکام ختم نہیں ہو گئے ہیں۔ اس دنیا میں جہاں انسان راحت ذاتی کو سوچتا ہے اور اپنے جسم کے سکھ اور امن کے عشق میں پاگل رہتا ہے وہ انسان بھی ہمیشہ پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے جن کی زندگی بڑی محبوب و مطلوب۔ غرض جسم کا راحت اور چین نہیں بلکہ درد و ایذا اور دکھ اور ٹیش ہے۔ شاید ہی دنیا میں کوئی مخلوق بڑی سے بڑی راحت اور بہتر سے بہتر سکھ پاکر اس قدر خوش ہوتا ہوگا جس قدر دکھ اور زخم پاکر ان کی روح عیش و نشاط سے معمور ہو جاتی ہے۔

قتال سبیل اللہ میں سب سے بڑی دولت:۔

وہ اپنے کاروبار دعوت کی راہ میں جب نکلتے ہی تو صرف زخم و درد ہی کے بھوکے پیاسے رہے ہی۔ حتیٰ کہ جب انہیں کوئی نیا زخم ملتا ہے تو نئی صدائے شکر ان کے اندر سے اٹھتی ہے اور جب وہ کسی نئی بربادی کسی نئی جسمانی تباہی کسی نئی

ضرب شمشیر، کسی نئے حلقہ زنجیر سے دوچار ہوتے ہیں تو خوشیاں مناتے ہیں کہ آج اپنے خدا کو اپنے سے راضی کرنے کے لئے سب سے بڑی دولت ہاتھ آئی۔

دو عالم نقد جان بردست دارند
بیا زارے کہ سودائے تو باشد!

رابعہ بصریہؒ کی نماز:۔

حضرت رابعہ بصریہؒ سے پوچھا کہ عبادت کا کیا حال ہے؟۔ قالت: رکعتان فی العشق لا تصحح وضوهما الا بالدم

صرف دو رکعتیں، مگر ان کا وضو صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے گرم گرم خون کے چلو بھر کر منہ کو نہ دھولو۔

گریزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

انفاق فی سبیل اللہ کی محبت:۔

سید الطائفہ بغدادیؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ چالیس

اونٹ ہوں تو ان کی زکوٰۃ کیا ہوئی؟۔ کہا " اما عندکم فواحد واما عندنا کلہ " (تمہارے نزدیک تو چالیس میں ایک اور ہمارے مذہب میں پورے چالیس) یہی مذہب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جب وہ کچھ لٹا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ ما ابقیت لاھلک اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟۔ عرض کیا ابقیت لھم اللہ ورسول اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو " من لہ المولی فلہ الکل "

آں کس کہ ترا بخواست جاں راچہ کند؟
فرزند و عیال و خان و ماں راچہ کند؟
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی!
دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند؟

تجارت اور رنج دعوت

اشترائے الٰہی اور عوض و بدل کی خود غرضی:۔

اور اگر تم تجارت تجارت ہی کہہ رہے ہو تو پھر تمہاری دکانداری کے مقابلے میں یہاں بھی ایک خرید و فروخت موجود ہے۔

ان اللہ اشتری من المو منین انفسھم واموالھم بان الھم الجنتہ (۱۱/۹)

بلاشبہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی اس قیمت پر خریدا کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو۔

یہ نہ کہو کہ راہ دعوت میں اخلاص نہیں ہو سکتا۔ اگر نہیں ہو سکتا تو خرید و فروخت اور عوض و بدل کی خود غرضی ہی سہی لیں یہ کیا ضروری ہے کہ تم جن معاوضوں پر مر رہے ہو ہر دل کے لئے اسی معاوضے میں کشش ہو؟۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک مومن داعی اس معاوضہ کے نفع کے لئے اپنا جان و مالا ور اپنا سب کچھ دے دے جو روز اول ہی میں خریدار عالمین نے اس سے خرید لیا ہے؟۔ وانشد

الاصمعی لجعفر الصادق علیہ وعلی اباتہ واجدادہ
الصلوٰۃ والسلام

اثامن بالنفس النفسیہ ربھا
ولیس لھا فی الخلق کلھمو ثمن
بھا تشتری الجنات ان نابعتھا
بشی سواھا ان ذالکمو غبن
از ذھبت نفسی بشی اصیبہ
فقد ذھب الدنیا و قد ذھب الثمن

متاعِ حقیر کے بدلے رضائے الٰہی کی دولت:۔

اگر غرض کی تلاش ہے تو اس سے بڑھ کر بھی کوئی غرض دنیا میں ایک انسان کے لئے ہو سکتی ہے کہ رب السموات والارض کو اپنے نفس و مال جیسی حقیر و ازل متاع کا خریدار بنائے اور ایک ایسے مال کو دے کر جسے یقیناً ایک دن چھوڑنا ہی پڑے گا اور ایک ایسی جان کو دے جو بجبر و اکراہ ایک دن دینی ہی پڑے گی' اس کی رضا و محبت کی دولت لازوال حاصل کرلے؟۔

جان بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں بکن یا آں بکن!

ابتغاء مرضات اللہ

معانی اخلاص:۔

قرآن حکیم نے بھی اخلاص کے معنی وہ نہیں بتلائے ہیں جو تم اپنی فلسفیانہ تفرید جذبات و امیال کے بعد قرار دینا چاہتے ہو۔ وہ اخلاص کی حقیقت یہی بتلاتا ہے کہ زخارف دنیوی اور زینت مادیہ کی جگہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی جان و مال کو خرچ کرنا اور خدا کی مرضی کے حصول اور اس کی محبت کی پادشاہت کو اپنی غرض وحید اور اپنا نفع مطلوب ٹھیرانا۔

ومن الناس من یشری
نفسہ ابتغاء مرضات اللہ
واللہ روف بالعباد (۲ /

۲۰۷) اور اللہ کے بندوں میں سے بعض ایسے مومنین مخلصین بھی ہیں جو اپنی جان کو فروخت کرتے ہیں تاکہ اللہ کی رضا حاصل کریں!

خلق اللہ کی خدمت گزاری میں طلب رضاء:۔

سورۃ دھر میں ان مخلصین کے اعمال بتائے ہیں جو اپنی خدمتوں کا کوئی دیوی معاوضہ طلب نہیں کرتے۔ خدا کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں۔ بھوکوں کو کھلاتے ہیں۔ پیاسوں کو پلاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ۔

انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء ولا شکورا (۷۶/۹)

یہ جو ہم نے تمہیں کھلایا پلایا ' سو اس کا کوئی بدلہ اور احسانمندی تم سے نہیں چاہتے۔ یہ جو کچھ بھی تھا صرف اللہ کے لئے تھا اور اسی کی رضا کے لئے۔

ایک اشارہ حقیقت

راہ دعوت اور مقام نبوت:۔

راہ دعوت و تبلیغ کا اصلی مرکز و ماخذ مقام نبوت ہے۔ تم نے کبھی غور کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ قرآن حکیم نے جتنے انبیاء کرام علیہ السلام کا ذکر کیا ہے ان میں سے تقریباً سب نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے ہمیشہ کہا کہ ہم داعی ہیں۔ تاجر نہیں ہیں! حضرت نوع علیہ السلام نے کہا۔

وما اسلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔ (۱۰۹/۲۶)

میں اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتا' میری مزدوری کے اجر و معاوضہ کے حساب کتاب کی جگہ رب العالمین ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے کہا:۔

وما اسلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب

العالمین۔(۱۲۷/۲۶)

میں اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتا' میری مزدوری کے اجر و معاوضہ کے حساب کتاب کی جگہ رب العالمین ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے کہا:۔

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔(۱۴۵/۲۶)

میں اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتا' میری مزدوری کے اجر و معاوضہ کے حساب کتاب کی جگہ رب العالمین ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا:۔

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔(۱۶۴/۲۶)

میں اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتا' میری مزدوری کے اجر و معاوضہ کے حساب کتاب کی جگہ رب العالمین ہے۔

حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی نسبت فرمایا:۔

ومانسئلهم عليه من اجر ان هو الا ذكر للعالمين۔ (۱۰۴/۱۲)	حالانکہ تم ان سے اس بات کے لئے کوئی مزدوری نہیں مانگتے (اے پیغمبر السلام ﷺ) یہ تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام جہان کے لئے (ایک) پند وعظ ہے۔

یعنی سب نے کہا کہ ہم اپنی خدمتوں کا کوئی معاوضہ، کوئی بدلہ، کوئی اجر تم سے نہیں چاہتے۔ ہمارا جو کچھ بھی اجر و معاوضہ کا حساب ہے اس کی جگہ دوسری ہے اور وہ بارگاہ رب العالمین ہے۔

نبی علیہ السلام تاجر نہیں بلند مرتبہ داعی تھے:۔

یہ اسی حقیقت ثابتہ ونبویہ کی طرف اشارہ ہے کہ تجارت اور اقتصاد سود وزیاں کی راہ دوسری ہے اور دعوت و تبلیغ کی راہ دوسری ہے۔ جو تجارت کے مشرب کا ایک شائبہ بھی رکھتا ہو وہ داعی نہیں ہو سکتا اور جس پر دعوت کا ایک لمحہ بھی

گزر جائے وہ بازار تجارت کا راہرو نہیں ہو سکتا۔ انبیائے کرام علیہ السلام مقام دعوت و تبلیغ کا انتہائی مرتبہ تھے۔ پس اجب کبھی انہوں نے دنیا کو مخاطب کیا تو سب سے پہلے اپنی حیثیت کو واضح کیا اور کہا کہ ہم داعی ہیں۔ سورہ ہود اور سورہ شعراء کو دیکھ جاؤ۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے تمام مواعظ و خطب کیا کہتے ہیں۔

ان اجری الا علی رب العالمین — میری مزدوری کے حساب کتاب کی جگہ تمام کائنات خلقت کے پروردگار کی بارگاہ ہے۔

شاہی ملازم اور درازی دست سوال :-

رب العالمین کے لفظ پر غور کرو۔ اللہ' اللہ جو مزدور اپنی مزدوری تمام جہانوں کے مالک تمام عالموں کے شہنشاہ' تمام کائنات تخلیق کے فاطر و پروردگار سے لینے والا ہو' اس کی نظروں میں زمین پر چلنے پھرنے والے انسان جو اپنے ایک دانے اور ذرہ رزق کے لئے اسی سرکار کے محتاج ہیں کیا ہستی رکھتے ہیں کہ ان کے آگے دست طلب دراز کرے اور انہیں

اپنا خریدار بنائے!

مباش غمزدہ عرفی کہ زلف قامت یار
جزائے ہمت عالی و دست کوتہ ماست!

داعی کی غرض پرستی کا مفہوم:۔

سب سے پہلی اور سب سے بڑی غرض (اگر غرض کی تلاش ضروری ہے) تو داعی کے سامنے یہی ہوتی ہے اور اسی کو قرآن حکیم نے وجہ اللہ ' سبیل اللہ ' مرضات اللہ اور لقاء وجہ رب سے تعبیر کیا ہے۔ تم چاہو تو اس کو اپنی فلسفیانہ زبان میں یوں سمجھ لے سکتے ہو کہ بلاشبہ انسان کا کوئی کام غرض سے خالی نہیں ہوتا لیکن مذہب کی یقین بخشی مرضات الہی کی طلب اسی جوش و عشق کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے جس جوش و ہیجان سے ایک تاجر خریدار کی جیب کو دیکھتا ہے پس دنیا میں بعض ایسے مجنون ' لایعقل اور سحر زدہ مذھب انسان بھی ہوتے ہیں جو اس غرض سے آگے اور تمام غرضوں کو ہیچ دیکھتے ہیں اور اپنے اندر اور اپنے سے باہر جو کچھ بھی رکھتے ہیں سب کو اسی غرض کے لئے لٹا دیتے ہیں۔

فقر و فاقہ اور غناء باللہ کا عالی مقام:۔

تم انہیں مجنون سمجھ کر اپنے جی کو سمجھالو۔ لیکن وہ ایسے مجنون ہیں کہ ان کا جنون تمہاری ہوشیاری پر ہنستا ہے تم ساری دنیا کی دولت کماکر بھی وہ لذت وہ عیش وہ نشاط' وہ سرور و انبساط ایک لمحہ کے لئے حاصل نہیں کرسکتے' جو وہ اپنا سب کچھ کھو کر' اپنے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہن کر' اپنے پاؤں میں زنجیروں کے حلقے ڈال کر اپنے جسموں کو زخموں سے چور کرکے بلکہ اکثر اوقات دار و رسن کے نیچے کھڑے ہو کر حاصل کیا کرتے ہیں۔ تم میں ایک انسان نہیں جو ہفت اقلیم کی بادشاہت کا تاج پہنکر بھی اس لذت کو پاسکے جو راہ دعوت کا ایک درویش وفاقہ مست اپنے تلووں میں کانٹے چبھا کر حاصل کرتا ہے اور اپنی شہنشاہی کے آگے تمہارے چاندی سونے کے بڑے بڑے بنکدوں کو کنکر و پتھر کے ایک ڈھیر کے زیادہ نہیں پاتا۔ تم اس سے انکار مت کرو۔ البتہ کہو کہ تم ان باتوں کے مخاطب نہیں۔

حریف کاوش مژگان خوں ریزش نہ ای ناصح
بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن!

داعی ہی حقیقی راہ کا معترف ہو گا:۔

یہاں راہ دعوت کا تذکرہ کسی شخص خاص کے واردات سے بحث نہیں اور نہ اشخاص کی محرومی سے عمل کی تقدیس کو بٹہ لگ سکتا ہے مانا کہ ہم خود محروم ہیں۔ لیکن صدہا ہزار انسان اس مقام سے لذت یاب ہو چکے ہیں اور خدا کی زمین کبھی ان سے خالی نہ رہے گی۔ عرفی شیرازیؒ نے کیا خوب اس کا فیصلہ کردیا ہے۔

منکر نتواں گشت اگر دم زنم از عشق
ایں نشہ بمن گر نہ بود با دگرے ہست

البتہ یہ یاد رہے کہ حقیقت انسانی اعتراف کی منتظر نہیں اور دھواں جبھی اٹھتا ہے جب آگ سلگتی ہے اگر آنکھوں میں بینائی ہے تو دیکھ سکتے ہیں۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہر زہ نیست
ہم قصہ غریب و بیان عجیب ہست

موثرات و داعیات دعوت

قربانی و بذل متاع سے گریز ناممکن:۔

اس مبحث میں سب سے زیادہ اہم نکتہ نظریہ یہ ہے کہ داعی کے کاروبار اور مقاصد عمل کی نوعیت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ اگر وہ قربانی و بذل متاع سے گریز کرنا بھی چاہے تو اس وقت تک نہیں کر سکتا' جب تک کہ دعوت کی راہ سے یک قلم باہر نہ آجائے۔

حالات گردوپیش دینے اور لٹانے پر مجبور:۔

داعی خواہ کسی درجہ کسی قسم کا ہو لیکن اگر وہ داعی ہے کوئی دعوت کوئی پکار کوئی تبلیغ اپنے سامنے رکھتا ہے تو قدرتی طور پر اس کی زندگی اور زندگی کی تمام جدو جہد کا مقصد صرف یہی ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح اپنی دعوت کی کامیابی دیکھے اور کسی نہ کسی طرح انسانوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کردے۔ اگر وہ مخلص نہیں ہے اگر سچا جوش و خروش اپنے اندر نہیں رکھتا اگر شہرت کا بھوکا ہے' ناموری پر جان دیتا ہے' دعوت و

تبلیغ کے ذریعے اپنی زندگی کو محترم اور اپنے اوقات کو پر شرف بنانا چاہتا ہے۔ یا ان اغراض کے علاوہ اور کوئی غرض و مقصد نفسانی و ذاتی اپنے سامنے رکھتا ہے تو بھی بہ حیثیت داعی ہونے کے' بہ حیثیت ایک خیال ' ایک عقیدے کی طرف انسانوں کو بلانے اور مائل کرنے کے خواہش مند ہونے کے کام کی نوعیت ہی اسے مجبور کرے گی کہ لینے کا وہم بھی دل میں نہ لائے اور دینے اور لٹانے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔

کھونے اور لٹنے سے بچ سکتا ہی نہیں:۔

اس کو دلوں کا رخ بدلنا ہے اس کے آگے عقائد و افکار کا انقلاب ہے وہ لوگوں سے ان کی مالوفت و محبوبات کو چھڑانا چاہتا ہے' وہ ان سے اعتقاد و عمل اور اعتراف و تصدیق کا طالب ہے۔ پس اگر اس کو ہزارہا روپے دے کر ایک انسان بھی ملے گا۔ لاکھوں اور کروڑوں اشرفیوں کے لٹانے سے ایک قلب مصدق بھی ہاتھ آئے گا سب کچھ دے کر اور کھو کر اس کے معاوضے میں ایک چہرے کو بھی اپنی طرف مائل پائے گا تو وہ کہے گا کہ یہ نقصان مال نہیں۔ یہ اتلاف متاع نہیں۔

یہ ضیاع وقت و نفس نہیں یہ تو کامیابیوں کی شہنشاہی ہے کامرانیوں کا تاج و تخت ہے فوز و مراد کی فتح ہے حصول و وصول کی بہشت ہے یہ لٹنا نہیں لوٹاتا ہے' یہ دینا نہیں لینا ہے' یہ کھونا نہیں پاتا ہے' یہ خسران نہیں ربح ہے۔ یہ تحبط اعمال نہیں فوز عظیم ہے یہ موت نہیں حیات جاودانی ہے۔ کیونکہ یہی چیز اس کا مقصد تھی یہی مقام اس کا منزل مطلوب تھا۔ اگر وہ نام و نمود کا طالب تھا تو اسی میں ہے اگر وہ شہرت کا بھوکا تھا تو اسی راہ میں' اگر وہ عزت و شرف کا طالب تھا تو اسی میں ملے گی وہ راہ دعوت میں آکر کھونے اور لٹنے سے بچے گا کیوں ؟۔ وہ تو کھونے ہی میں اپنی ہر غرض کو مخفی دیکھے گا۔

کھونے اور لٹانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا!

لیکن برخلاف اس کے کاروبار تجارت کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ وہ کھونے اور لٹانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر خواب میں بھی اپنی ایک کوڑی کو گرتے دیکھے گا تو اس زور سے چیخ مارے گا کہ پھانسی کا پھندا دیکھ کر بھی ایسی بدحواسی کی چیخ نہیں نکل سکتی۔

باب ۳

حضرت مولانا کے کاروبار کی حقیقت نمائی نوعیت و بنیاد

اصول کار اور دعاوی :۔

اس عاجز نے مشرب تجارت اور راہ دعوت کے متعلق جو کچھ عرض کیا (ہے) امید ہے کہ احباب کرام کے پیش نظر ہو گا۔ پس اس سلسلے میں (جو) حقیقت میں واضح کرنا چاہتا ہوں' (وہ) یہ ہے کہ ایک مرتبہ (میرے کاموں) کے متعلق اچھی طرح سمجھ لیں کہ (میرے) تمام کام اصولاً کس قسم میں داخل ہیں؟۔ اگر ایسا کیا گیا تو وہ صدہا فروعی اور جزئی معاملات صاف ہو جائیں گے جو ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں اور جن کے لئے نہ تو میرے پاس وقت ہے کہ بار بار کہوں اور نہ دوستوں کا وقت بے کار ہے کہ مقصد اصلی کی جگہ محض حالات و معاملات کی ساعت میں ضائع کرو۔

تجارت و دعوت کی متضاد شروط :-

گزشتہ (اوراق) میں یہ حقیقت ایک حد تک واضح ہو چکی ہے کہ :-

(۱) تجارت و دعوت کی راہیں میں بالکل متضاد ہیں اور ایک وقت میں دونوں کا رشتہ جمع نہیں کیا جاسکتا۔ تجارت حاصل کرنا چاہتی ہے مگر دعوت کی پہلی شرط کھونا ہے۔

(۲) اخبار نویسی اور تجارتی مطبوعات کی تمام شاخیں تجارت کے ماتحت ہیں اور یورپ جو اس تحریر و تصنیف کے اس طریق کا موجد ہے اس کو تجارت ہی کے اصول پر چلا رہا ہے۔

تاجر نہیں' بلکہ داعی

(۳) ہر اس شخص کو جس کی نظروں میں میرے مطبوعہ کاموں کی ایک سطر بھی گزری ہے اور نیز ہر اس شخص کو جس تک میری آواز پہنچ سکتی ہے' یہ معلوم ہو جانا چاہیئے کہ میں تاجر نہیں ہوں اس خدا کے لئے جس کی زمین لاکھوں کروڑوں تجارت گاہوں اور تجارت کے قافلوں سے رکی

ہوئی ہے یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے ہر بندے کو تاجر ہی بنائے اس کی ربوبیت و رحمت انسان کو ہر طرح کا دل ہر طرح کا دماغ ہر طرح کا فکر اور ہر طرح کا عشق بخش سکتی ہے اور کسی شخص اور جماعت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اگر اپنے اندر کسی چیز کو نہ پائے تو ساری دنیا کو اس سے محروم سمجھے!

این نشہ من گر نبود باد گرے ہست!

پس میں جو کچھ اور جیسا کچھ بھی ہوں لیکن اس حقیقت کے اظہار کے لیے اپنی زندگی کے ہر اثر کو شاہد رکھتا ہوں کہ میں تاجر نہیں ہوں اور تجارت نہیں کرتا۔ خلاق فطرت نے مجھ کو تجارت کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی استعداد بھی نہیں دی اور ابتدائے عمر سے جن حالات و موثرات کے ماتحت رکھا ان کی دنیا تجارت گاہ سود و زیاں سے اس قدر دور ہے کہ اگر میں خود چل کر وہاں جانا چاہوں تو نہیں پہنچ سکتا۔

ان اسباب و طرق کے اختیار کرنے کے وجوہ نتائج:۔

(۴) بلاشبہ میں نے پریس کھولا اور یقیناً میں نے ایک

رسالہ جاری کیا۔ لیکن یہ صرف اس لئے کیا کہ اظہار خیال اور تبلیغ مقصد کا اس سے بہتر اور زود عمل طریق اور کوئی نہ تھا اور میرے پاس اتنی دولت نہ تھی کہ میں مفت چھاپ کر تقسیم کیا کرتا۔

پس میرے تمام کاموں کی بنیاد تبلیغ ہے نہ کہ تجارت' میری اخبار نویسی کو تم اخبار نویسی نہ قرار دو' کیونکہ میں نے اسے ضمناً اختیار کیا ہے اور وہ میرا اصلی کام نہیں ہے۔ میں نے اگر اسے اختیار کیا تو یہ ہندوستان کی اخبار نویسی اور مطبوعہ اشاعات کے لئے بہتر ہوا اور اس کے لئے ترقی کی ایک بالکل نئی راہ کھلی' مگر خود میرے لئے اس میں کوئی شرف نہیں' کیونکہ میرے کاموں کے لئے اصل راہیں دوسری تھیں۔

مانبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فن ما

یہ ایک اصولی بنیاد ہے اب اس کے تحت کا طرز عمل و طریق کار کی تمام چیزیں آجاتی ہیں۔

○

مفروضہ دعاوی پر مولانا کے کاموں کی پرکھ

اصول تجارت کی ضد :۔

(۱) اگر تمہارے سامنے الہلال کی پوری زندگی موجود ہے تو تم صد ہا نشانیاں اس کی پاسکتے ہو کہ تجارت اور تجارتی زندگی و اوضاع سے اس کی زندگی کی ہر شاخ بالکل متضاد تھی۔

نقصان صحت و مال :۔

(۲) تجارتی زندگی کے لئے سب سے پہلی چیز پریس کا نفع و نقصان تھا' لیکن دنیا جانتی ہے کہ اس چیز سے زیادہ میں نے کسی چیز سے بے پرواہی نہیں کی اور مال و صحت کے نقصان کے سوا اس سے کوئی تجارتی معاوضہ مجھے حاصل نہ ہوا۔

ارباب ثروت سے کنارہ کشی:۔

(۳) مجھے ملک کے دولت مند دولت بخش طبقہ سے یک قلم بے پروا اور کنارہ کش رہنے کی خدا نے توفیق دی۔ جو راہ دعوت کی اولین شرط مگر راہ تجارت کے لئے بربادی و موت ہے۔ مجھے ارباب دولت کے عطیوں اور اعانتوں کو بلا تامل رد کر دینے کی قوت ملی۔ جس کے بغیر راہ تبلیغ میں ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاسکتا۔ لیکن جس کا تصور بھی تجارت اخبار نویسی کے لئے گناہ ہے۔

کاموں کی قیمت:۔

(۴) میں نے اپنے کاموں کی کوئی قیمت (اس قیمت کے سوا جو کاغذ اور سیاہی کی ہر الہلال کے پڑھنے والے نے دی) کبھی بھی کسی انسان سے نہ چاہی اور کبھی بھی اس کے لئے کسی انسان کے چہرے پر میری نگاہ نہیں پڑی۔ یہ اللہ کا احسان ہے اس کا فضل و کرم ہے اس کی ذرہ نوازی ہے اور میری طرف سے تم میں سے ہر شخص کو اجازت ہے کہ ان تذکروں کو میرا غرور اور گھمنڈ قرار دے مگر میں راہ تبلیغ کو باز کرنے کے لئے اور طلب گاران دعوت کے آگے نمونہ رکھنے کے لئے یہ کچھ کہتا ہوں اور ہمیشہ کہوں گا۔

می گویم و بدع از من گویند بہ دستانہا

سب سے بڑا دولت مند آدمی:۔

(۵) ی نے تجارت کی دکان نہیں کھولی نہیں' اس لئے کبھی بھی میں نے اپنے کاروبار کے نفع و نقصان کو تجارت کے ترازہ سے نہ تولا۔ میرا میزان سود و زیان دوسرا تھا اور باوجود اس کے کہ الہلال پریس جاری کر کے میں نے اپنا وہ سب

کچھ کھو دیا جو مال دنیوی میں سے میرے پاس تھا' میرے منافع و فوائد کا خزانہ اتنا وسیع و عظیم ہے کہ آج ہندوستان میں کسی انسانکے پاس نہ اتنی چاندی ہے اور نہ اتنا سونا ہے' نہ لعل و جواہر ہیں نہ زمین کی زراعت' میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس سرزمین میں سب سے بڑا دولت مند آدمی میرے سوا اور کوئی نہیں۔

یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین (۳۶/۲۷)

کاش! میری قوم کے لوگوں کو اس بات کا علم ہوتا کہ میرے پروردگار نے مجھے کس سبب سے بخش دیا اور کیوں معزز و مکرم بنادیا ہے؟۔

تجارت تبلیغ و دعوت کا معاوضہ:۔

(۶) پھر تم اس کی نسبت کیا کہتے ہو جس نے خاک دی اور اس کے معاوضے میں سونا پایا؟۔ میں نے تین چار سال تک اپنی تبلیغ و دعوت کی تجارت کی اور زخارف دنیوی کی ایک حقیر پونجی اس میں لگا کر کھو دی۔ لیکن دیکھو کہ خدا نے اس کے

معاوضہ میں ہزاروں انسانوں کے دل، لاکھوں مسلمانوں کی روحیں متعدد بڑی آبادیاں اور بستیاں ان کے عقائد و اعمال کی تبدیلیاں صدہا مومنی کاملین اور عباد اللہ مخلصین کی ایمان پرستیاں اور ان سب سے بڑھ کر یہ کلمہ حق و قرآن کا ایک انقلابی دور عظیم میرے خزانہ اقبال میں کس طرح جمع کر دیا ہے؟۔

دعوت الی الحق کا قرآنی طریقہ:۔

سورہ النحل آیت ۱۲۵ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن۔ ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین ○

(اے پیغمبر ﷺ) اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ اس طرح کی حکمت کی باتیں کرو اور اچھے طریقہ پر پند و نصیحت کرو اور مخالفوں سے بحث و نزاع کرو تو (وہ بھی) ایسے طریقے پر جو حسن و خوبی کا طریقہ ہو،

تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا
ہے کہ کون اس کی راہ سے
بھٹک گیا ہے اور وہی جانتا ہے
کون راہ راست پر ہے۔

آیت بالا سے واضح ہے کہ دعوت الی الحق سرتا سر حکمت اور موعظہ حسن ہے "حکمت" یعنی "دانائی کی باتیں" "موعظہ حسن" یعنی "پند و نصیحت کی باتیں" جو حسن و خوبی کے ساتھ کی جائیں۔ اس کے بعد فرمایا وجادلھم بالتی ھی احسن۔ اگر بحث و نزاع کرنی پڑے تو کر سکتے ہو لیکن ایسی ہی بحث و نزاع جو نہایت اچھے طریقے پر ہو اس سے معلوم ہوا کہ دعوت حق کا طریقہ حکمت اور موعظہ حسن کا طریقہ ہے اور بحث و نزاع کی اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ احسن طریقہ پر ہو پس ہر بحث و نزاع جو احسن طریقہ پر نہ ہو دعوت کا طریقہ نہ ہوگی۔

احسن طریقہ سے مقصود کیا ہے؟۔ یہ کہ مقصود طلب حق ہو اپنی بات کی پچ نہ ہو مخالف کے اندر یقین پیدا کرنا ہو۔ اسے باتوں سے ہرانا نہ ہو اگر وہ چپ ہوگیا اور دل کا کانٹا نہ

نکلا تو بحث سے کیا فائدہ ؟۔

ایسا سلوک ایسا طریق خطاب ' ایسا لب و لہجہ اس طرح کے الفاظ اختیار نہ کئے جائیں جو مخالف کے دل کو دکھ پہنچانے والے ہوں یا اسے سننے والوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا کرنے والے ہوں کیونکہ اگر بحث سے مقصود دعوت حق ہے۔ تو مخاطب کے دل کو نرمی و محبت سے حق کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے نہ یہ کہ صدمہ پہنچانا۔ ضد میں لانا اور جوش نفرت سے بھر دینا۔ بدقسمتی سے دنیا میں طلب حق کی راہ بھی محض جدل و نزاع کی راہ بن گئی ہے۔ ہم اپنے دنیوی اغراض و مقاصد کے لئے لڑنے جھگڑنے کے عادی ہیں جب کوئی ایسا جھگڑا پیش آجاتا ہے تو صرف اپنی جیت ہی کے لئے لڑتے ہیں اسی خیال سے لڑتے ہی کہ حق و انصاف کیا ہے ؟۔ اکثر اوقات ہمارا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ ہم برسر حق نہیں ہیں اور انصاف مخالف کے ساتھ ہے لیکن چونکہ اپنا مطلب کسی نہ کسی طرح حاصل کرنا ہوتا ہے اس لئے کبھی اعتراف حقیقت کے لئے تیار نہیں ہوتے حق اور انصاف ہم سے جس قدر الگ ہوتا جاتا ہے بحث و نزاع کی سرگرمی اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے اگر

ہمارا مقصد سب سے زیادہ کمزور ہو گا تو ہم خیال کریں گے کہ ہماری بحث و نزاع کی سرگرمی سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ کم از کم دین کے معاملہ میں ہم ایسا نہ کرتے۔ دنیوی معاملات میں کچھ نہ کچھ لینا دینا ہوتا ہے۔ اس لئے غرض پرست آدمی اپنی بات کی پچ کرتا ہی رہے گا۔ لیکن دین کی راہ لین دی کی راہ نہیں ہے۔ سچ نہ سمجھ کر بھی سچ ثابت کرنا چاہا۔ دین کی راہ نہ دہی عین اس کی ضد ہو گئی لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم نے سچائی کے کام کو بھی جھوٹ کا کاروبار بنا دیا ہے ہم دین کے بارے میں بھی ٹھیک اسی طرح جھگڑتے ہیں۔ جس طرح دنیا کے معاملات میں ہم جب کسی سے بحث کریں گے تو ہمارا وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہیں گزرے گا کہ اس راہ میں اصل مقصود طلب حق ہے اور جونہی حق سامنے آجائے ہمارا فرض ہے کہ اعتراف کریں۔ بلکہ بحث کریں گے ہی اس لئے کہ اپنی اور اپنے فریق کی بات منوانی ہے اور خواہ کچھ ہو فریق مخالف کو دہرانا ہے اگر دیکھیں گے کہ حق اور معقولیت ہمارے ساتھ نہی ہے تو غیر متعلق باتوں پر زور دینے لگیں گے۔ بدزبانی پر اتر آئیں کے مارے مرنے کو

تیار ہو جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم جیت گئے۔

قرآن کہتا ہے کہ یہ جدل کا طریقہ ہے۔ "دعوت" کا طریقہ نہیں ہے اور دین کی راہ دعوت کی راہ ہے جدل کی نہیں۔ اگر جدل کرنا ہی پڑے تو صرف اسی حالت میں کیا جا سکتا ہے کہ احسن طریقہ پر ہو۔ یعنی راستبازی دیانت ' شیریں زبانی اور شائستگی کے ساتھ کیا جائے چنانچہ سورہ العنکبوت میں ارشاد ہوتا ہے۔ لا تجادلو اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن (۴۶)

اگر مخالف ناحق کوشی میں سرگرم ہے اور سختی و زیادتی پر اتر آیا ہے تو ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ تم بھی آپے سے باہر ہو جاؤ ایسا کرنا راست بازی کا طریقہ نہ ہوگا۔ ایک برائی کے جواب میں دوسری برائی کا ارتکاب ہوگا جو ممکن ہے کہ پہلی سے بھی زیادہ سخت برائی ہو جائے۔ بہتری تو اس میں ہے کہ سختی کا جواب سختی سے نہ دو۔ جھیل جاؤ پروا نہ کرو۔ بخش دو ۔ اسی میں تمہاری اصلی جیت ہے لیکن اگر طبیعت پر قابو نہیں پاتے اور سختی کا جواب سختی ہی سے دینا چاہتے ہو تو پھر انصاف کا سرشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹے جتنی اور جیسی سختی تمہارے ساتھ

کی گئی ہے ویسی ہی اور اتنی ہی تم بھی کرلو۔ اس سے آگے نہ بڑھو ذرا بھی بڑھے تو یہ ظلم ہوگا اور ظلم راستی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

غور کرو قرآن کا محض ایک لفظ یا محض ایک ترکیب کس طرح مقاصد و مسائل کے فیصلے کو دیا کرتی ہے۔ پہلے صیغہ امر سے دعوت کا حکم دیا گیا تھا۔ ادع الی سبیل تبک بس چاہیے تھا کہ یہیں ابھی بدلہ لینے کا حکم دیا جاتا اگر تمہارے ساتھ سختی کی گئی ہے تو تم بھی ویسی ہی سختی کرو مگر نہیں ایس نہیں فرمیا بلکہ کہا کہ ان عاقبتم اگر ایسا ہو کہ تم مخالف کی سختی کے جواب میں سختی کرنا چاہو کہ حد سے نہ بڑھو اس سے معلوم ہوا کہ سختی کے جواب میں سختی کا حکم نہیں ہے محض اجازت ہے یعنی اگر ایک آدمی وہ مقال حاصل نہیں کرسکتا جو اس بارے میں بہتری اور خوبی کا صلی مقام ہے جھیل جانا اور بخش دینا تو پھر اسے بدلہ کی اجازت دے دی گئی ہے۔ لیکن اجازت کو بمثل ماعو قبتم سے مقید کردیا گیا ہے تاکہ زیادتی کا دروازہ بکلی بند ہوجائے اب دو ہی راہیں کھلی رہ گئیں۔ عزیمت میں اس میں ہوئی کہ جھیل جاؤ اور بخش دو۔ رخصت اس کی ہوئی کہ جتنی

سختی کی گئی ہے اتنی ہی تم بھی کرلو اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام غزالیؒ کی ایک تقریر بہت مقبول ہوئی ہے جو انہوں نے "قسطاس المستقیم" میں لکھی ہے اور بعد کے مفسرین نے اسے عموماً اختیار کرلیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ استعداد اور فہم کے لحاظ سے ہر انسان کی طبیعت یکساں نہیں اور ہر ذہنی حالت ایک خاص طرح کا اسلوب خطاب چاہتی ہے ارباب دانش کے لئے استدلال کی ضرورت ہوتی ہے۔ عوام کے لئے موعظت اور اصحاب خصومت کے لئے جدال کی۔ پس اس آیت قرآنی نے تینوں جماعتوں کے لئے یہ تینوں طریقے بتلا دیئے ہیں۔ ارباب دانش کو حکمت کے ساتھ مخاطب کرو۔ عوام کو موعظت کے ساتھ اور ارباب خصومت کے لئے جدال کی بھی اجازت ہے مگر بطریق احسن ا۔

(ابوالکلام)

جنوری ۱۹۱۶ء

قضا کرد اُف مولوی خیرالدین
سنِ فوت چوں خواستم از خرد
فقیہ زماں، اہلِ جوش و خروش
بگفتہ، فضائل پناہ اہلِ جوش
۱۳ ھ ۲۶۰
(نورالدین نورؔ)
Maulana Khairuddin's progeny
Zainab Begum (died young at Constantinople
Fatima Begum Arzu
Hanifa Begum Abru
Abu al-Nasr Ghulam Yasin Ah
Abdul Kalam Azad
Amma Begum
Yusuf Ali
Hamid Ab.
Safia Begum
Nuruddin
Baqar Husain
Anis
Bilqis
Nasir Husain
Tahir Husain
Anwar
Athar
Naheed
Najma Heptullah
Uzma
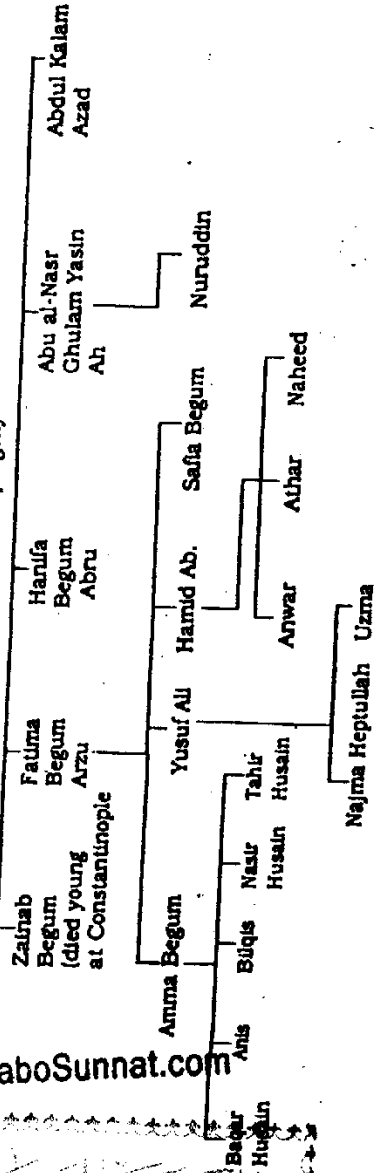
محو گریہ ہے خرد اور جنوں چُپ چُپ سے ہے
مُنصفِ وقت کے ماتھے کی شکن ڈوب گئی
گلشنِ دہر میں ہر سمت خزاں چھائی ہے
جگمگاتے ہوئے سُورج کی کرن ڈوب گئی

آج پھولوں میں لطافت، نہ فضاؤں میں سرور
چھُپ گیا وقت کے ماتھے کا چمکتا خورشید
مجھ سے کہتی ہے زمانے کی فسوں ساز نظر
اسے ہے زوال غمِ اِنساں کی یہ پہلی تمہید

سوگواری ہے قیادت کے صنم خانوں میں
اُٹھ گیا زہد و تقدس کی پرستش کا وقار
شام کے ساتھ شفق رنگ نظارے ڈوبے
اب چراغوں میں تجلّی ہے نہ شاخوں پہ بہار

آئینہ ٹوٹ گیا ، سر بگریباں ہے نظر
چل بسا ہائے تخیل کا ، تصورِ امام
آدمیت کے مقامات کو نیند آ ہی گئی
رُوحِ آزاد تجھے وقت کے شاعر کا سلام

سسکیاں ہیں کہ اُمڈ آئی ہیں طوفاں کی طرح
کوئی بھی شے دلِ پرغم کو نہیں بہلاتی
اے خداوند مکافات ، دہائی ہے تری
کاش آزاد کے بدلے مجھے موت آجاتی

(ساغر صدیقی)

"زمانہ قیام رانچی سے ایک سال تک جامع مسجد میں اُنہوں نے قرآن مجید کا درس دیا ، زیادہ تر اوقات تالیف وتصنیف میں بسر ہوا ـــــ رانچی ایک ایسا مقام تھا جہاں مسلمان نہایت ذلت اور نکبت کی حالت میں تھے ... عیسائی مشنریوں کا جال تار کی طرح پھیلا تھا .... لیکن مولانا کے پرتوِ صحبت نے چند ہی سال کے بعد وہاں کی زمین و آسمان کو بدل دیا ..... ان سطروں کو لکھتے وقت مجھ کو یہ دھوکا ہو رہا ہے کہ کیا میں خود ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ یا شمس الائمہ سرخسی اور اُمیہ بن عبدالعزیز اندلسیؒ کے حالات تو نہیں لکھ رہا ہوں" ـــــ (سید سلیمان ندوی)

ہماری دیگر کتب

کتاب	مصنف	قیمت
اُم الکتاب	مولانا بوالکلام آزاد	150روپے
غبارِ خاطر	مولانا ابوالکلام آزاد	200روپے
تذکرہ	مولانا ابوالکلام آزاد	200روپے
قرآن کا قانون عروج وزوال	مولانا ابوالکلام آزاد	90روپے
قول فیصل	مولانا ابوالکلام آزاد	90روپے
خطبات آزاد	مولانا ابوالکلام آزاد	زیر طبع
ارکان اسلام	مولانا ابوالکلام آزاد	زیر طبع
مسلمان عورت	مولانا ابوالکلام آزاد	90روپے
حقیقت صلوٰۃ	مولانا ابوالکلام آزاد	60روپے
ولادت نبویؐ	مولانا ابوالکلام آزاد	60روپے
مسئلہ خلافت	مولانا ابوالکلام آزاد	100روپے
صدائے حق	مولانا ابوالکلام آزاد	60روپے
انسانیت موت کے دروازے پر	مولانا ابوالکلام آزاد	70روپے
رسول اکرم اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات	مولانا ابوالکلام آزاد	60روپے
آزادی ہند	مولانا ابوالکلام آزاد	250روپے
افسانہ ہجر و وصال	مولانا ابوالکلام آزاد	40روپے
مولانا ابوالکلام آزاد نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا	مرتبہ ڈاکٹر احمد حسین کمال	60روپے
فیضان آزاد	مرتبہ جاوید اختر بھٹی	80روپے

مکتبہ جمال

تیسری منزل حسن مارکیٹ

اُردو بازار لاہور فون نمبر: 7232731